معلم اور تعلیمی نفسیات

مفتی ذاکر حسن

معلم اور شاگرد چونکہ دونوں انسان ہیں، لیکن شاگرد استاد کے رحم وکرم پر رہتا ہے، اس کا پڑھنا، بڑھنا، مرنا، جینا استاد کے ساتھ ہوتا ہے، استاد اس کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے استاد شاگرد کی نفسیات جاننے کے لئے حالات و واقعات، ماحول، عمر اور ذہن کے مطابق اپنے شاگرد کی تعلیم وتربیت کرتا ہے، نفسیات کو انگریزی میں (Psychology) کہتے ہیں۔ Psycho کا معنی ہے نفس اور روح جبکہ logy کا معنی ہے علم اور جاننا۔

اردو میں اس کا ترجمہ ''یات'' کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً اسلامیات یعنی وہ علم جس میں اسلام کا ذکر ہو، حیاتیات وہ علم جس میں زندگی کا ذکر ہو، کتابیات وہ علم جس میں کتابوں کا ذکر ہو تو نفسیات کا مطلب یہ ہوا کہ وہ علم جس میں نفس اور روح کا ذکر ہو۔ اس لئے اس کو Science of Conciousness کہتے ہیں۔ اس کو Science mind بھی کہتے ہیں۔ دنیا میں تین قسم کی چیزیں ہیں جمادات، نباتات اور حیوانات۔ جمادات اور نباتات میں بھی شعور اور قدر سمجھ موجود ہے، لیکن تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ہمارا زیادہ تعلق انسان کے ساتھ ہے حیوانی شعور کی وجہ سے حیوانات کی بھی مختلف تربیتیں کی جاتی ہیں۔ کتے تربیت میں زیادہ مشہور ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے خفیہ جرائم تک رسائی کتوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ باز اور کتے کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ کتا اور باز تربیت یافتہ بن سکتے ہیں اور اگر یہ تربیت یافتہ نہ ہوں تو ان کا شکار حرام ہے۔ چونکہ ہمارا زیادہ تر تعلق انسانوں کے ساتھ ہے اس لئے انسانی نفسیات کا جاننا ضروری ہے۔

نفسیات کی حقیقت:

جو انسان کی حقیقت ہے وہی انسانی نفسیات کی حقیقت ہے، یہ دیکھنا ہوگا کہ انسان کیا ہے؟ انسان میں اصل دل ودماغ ہے۔ یہ دل ودماغ تمام احساسات، خیالات اور جذبات وغیرہ کا مرکز ومنبع ہے۔ پھر انسانی خیالات، جذبات

اور احساسات کی بڑی وسیع دنیا ہے۔ اگر چہ تمام انسان ان امور میں مشترک ہیں لیکن باوجود اس اشتراک کے ہر انسان کے خیالات، جذبات، احساسات اور تقاضے جدا جدا ہیں۔ ان تمام امور کا تعلق عمر، علاقہ، ماحول اور خاندان وغیرہ کے ساتھ ہے، عمر کے مختلف درجات و مراحل ہیں، علاقے بھی مختلف ہیں، خاندان بھی مختلف ہیں، ماحول وکلچر بھی مختلف ہے، اس لئے ان احساسات، جذبات، خیالات اور تقاضوں میں بڑا اختلاف نظر آتا ہے، ہر عمر والے، ہر جگہ، ہر ماحول اور ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا سلوک مشکل ہے اور سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا مشکل بھی ہے اور صحیح بھی نہیں۔ یہاں تک کہ دیہاتی اور شہری زندگی سے بھی نفسیات پر بڑا اثر پڑتا ہے، انسانی نفسیات کے ضروری تقاضوں کے ساتھ جو تعلیم وتربیت و دی جائے وہ بڑی موثر اور دیرپا ہوتی ہے اگر اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو وہ انسانی فطرت اور نفسیات کے عین مطابق ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کا ہر انسان اس کو قبول کر سکتا ہے۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو دنیا کے ہر انسان کے لئے قابل قبول ہے۔ دنیا کے کسی انسان کی فطرت اس کو رد نہیں کر سکتی۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے: **کل مولود یولد علی فطرة الاسلام** اگر کوئی اسلامی احکامات کی مصلحتوں کا صحیح تجزیہ کرے تو ان کو عقل وفطرت کے خلاف نہیں پائے گا۔

اسلامی احکامات کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھنے کے لئے شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ بڑی مفید ہے۔ اس کتاب کو سمجھنے اور پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تکلیف کا بار امانت زمین وآسمان پر پیش کیا تو انہوں نے انکار کیا۔ یہ انکار فطری انکار ہے۔ اور حملها میں فطری استعداد اور تابعداری کا ذکر ہے۔ یعنی بیرونی اور اندرونی ساخت، احساسات، جذبات اور خیالات ایسے ہیں جو بخوشی اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ اس لئے اسلامی تعلیمات سے روگردانی کی سزا بڑی سخت ہے۔ گویا انسان اپنی فطرت کے خلاف کر رہا ہے۔ فطرت کا تقاضا نہیں مانتا ہے اور نفس وشیطان کی تحریک سے متاثر ہو کر گناہ گار بن جاتا ہے۔

انسانی فطرت کا اختلاف:

سب لوگوں کی فطرت ایک جیسی نہیں ہوتی، انسانوں کے فطری اختلافات یا جبلی اور خلقی اختلافات کی وجہ سے ان کے اعمال، رسوم اور اخلاق مختلف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کمالات میں بھی اختلافات ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کرو اور اگر سنو کہ انسان کی فطرت بدل گئی ہے تو ''فلا تصدقوه'' تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ کیونکہ وہ انسان ضرور ایک نہ ایک دن اپنی جبلت کی طرف لوٹ آئے گا۔ جس پر وہ پیدا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگ سونے چاندی کے کانوں کی طرح ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ سونے اور چاندی کی کانیں ایک جیسی نہیں ہوتیں تو معلم لازماً شاگرد کی فطرت کو جاننے کی کوشش ضرور کرے گا۔

انسانی عمل:

ہر عمل سے پہلے ارادہ ہوتا ہے، ارادہ سے پہلے ذہنی خیالات ہوتے ہیں اور خیالات سے پہلے ان خیالات کے اسباب ہوتے ہیں۔ ترتیب یوں ہوگی۔

(۱) اسباب خیالات (۲) خیالات (۳) ارادے (۴) نتائج

فطرت کو بدلنا ممکن نہیں۔ اپنے اختیار سے اس کو سنوارنا اور بگاڑنا ممکن ہے۔ معلم کو سب سے پہلے تعلیم و تربیت میں شاگردوں کے خیالات پر اثر انداز ہونے والے عوامل و اسباب پر نظر کرنی چاہئے کہ وہ کون سے عناصر اور اسباب ہیں جو انسان کے خیالات بناتے اور بدلتے ہیں۔ پہلا سبب فطرت ہے، اگر فطرت بری ہے تو خیال بھی برا ہوگا جس سے برا ارادہ بنے گا اور جب ارادہ برا ہوا تو عمل میں برا وجود میں آئے گا۔ برا عمل وجود میں آئے گا تو نتیجہ بھی برا ہوگا۔ پھر آگے معاشرہ میں اسی برے عمل کے مطابق اثرات پھیلتے ہیں۔ اگر فطرت صحیح ہے تو خیالات صحیح صحیح خیال کے بعد صحیح ارادہ اور صحیح ارادہ کے بعد صحیح عمل اور صحیح نتیجہ ہوگا جس کے اچھے اثرات عمل کے مطابق معاشرہ میں پھیلیں گے۔

دوسرا سبب: مادی مزاج:

مادی مزاج بدلتا رہتا ہے، اس مزاج پر اثر انداز ہونے والے عوامل یہ ہیں، کھانا پینا، صحت، مختلف لوگوں کی صحبت وغیرہ، زیادہ کھائے گا تو خواہشات نفسانیہ بڑھیں گی، حلال و حرام کا اس مزاج پر اثر پڑتا ہے۔ فی نفسہ حرام اور گندی چیزوں سے بھی یہ مزاج بگڑتا ہے جو لوگ حرام اور مردار کھاتے ہیں ان کا کام گندے اور حیوانیت والے ہوتے ہیں۔ بعض کافر اقوام گندی اور مردار چیزیں کھاتے ہیں ان کے اعمال بھی برے اور گندے ہوتے ہیں اسی طرح اچھی یا بری صحبت کا اپنا اثر ہوتا ہے تو استاد شاگرد کے مادی مزاج کو صحیح رخ پر لانے کے لئے کوشش کرے۔ صحیح اور عقل مند مرشد اپنے مرید کی تربیت اس مادی مزاج کو دیکھ کر کرتا ہے۔ مادی مزاج کی تربیت بہت اہم ہے جس سے معمولی غفلت برتنے سے صحیح انسان درندہ بن جاتا ہے۔ بڑے بڑے تعلیمی جامعات سے کبھی کبھی انسان درندہ بن کر نکل آتا ہے اس کی وجہ یہ بگڑا ہوا مادی مزاج ہوتا ہے۔

تیسرا سبب: عادت مالوف:

جس شخص کو جس چیز سے ساتھ زیادہ تعلق ہوتا ہے اس کا خیال اس کے دل میں جم جاتا ہے اور اس چیز سے ناسبت رکھنے والی باتوں کا خیال اس کو بار بار آتا رہتا ہے۔ خواب میں بھی وہی چیزیں بار بار دیکھتا ہے: مثلاً چائے کے عادی کو چائے کا خیال آتا ہے جہاں چائے کی پتی نظر آئے تو خیال آیا کہ چائے پیو اور اگر چینی نظر آئے تو خیال آتا ہے کہ چائے پیو۔ زناکار زانی عورت کو دیکھ لے تو خیال آتا ہے زنا کرو۔ نشئی نشہ کی چیز کو دیکھ کر بے قرار ہو جاتا ہے، نماز کے عادی کا مسجد میں اٹکا رہتا ہے جس کے ساتھ محبت ہو اس کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ اس لئے معلم کو چاہئے کہ

شاگردی کی خوراک، سوسائٹی اور صحبت پر کڑی نظر رکھے اور اس کے اعمال کی نگرانی کرے اور اس کے مباح اعمال پر بھی نظر رکھے۔ اس کی عبادتوں پر بھی نظر رکھے۔

چوتھا سبب:

بعض اتفاقات اچھے یا برے خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی گناہ کا عادی یا گنہگار اتفاقاً کسی نیک مجلس یا دینی اجتماع یا تبلیغی اجتماع میں پہنچ گیا فوراً خیال بدل گیا اور اللہ کے راستے میں نکل گیا یا کوئی نیک آدمی اچانک کسی بری مجلس میں پہنچ گیا فوراً خیال بدل گیا اور برائی کا ارادہ کرلیا۔ اس لئے معلم کو چاہئے کہ شاگرد پر کڑی نظر کرے تا کہ ایسے برے اور غلط اتفاقات کا موقع اس کو نہ ملے۔ ایک بزرگ کی نظر عیسائی عورت پر پڑی اس پر فریفتہ ہوگیا اس کے ساتھ شادی کے لئے اس کے مذہب کو اپنالیا۔ اللہ نے پھر اس پر اپنا فضل کیا واپس اسلام کی طرف لوٹ آیا۔ اجنبی نوجوان عیسائی عورت پر نظر پڑنا اتفاقی بات ہے۔ جس کے نتیجے میں مذہب بدل دیا۔

تعلیمی نفسیات:

چونکہ تعلیم وتربیت لازم وملزوم ہیں۔ اگر تعلیم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو تعلیم تقریباً ضائع سمجھی جاتی ہے، دوران تعلیم تربیت کے بارے میں چند معروضات گزر چکی ہیں۔ اس طرح تعلیم کے بارے میں کچھ باتوں کا تذکرہ گزر چکا ہے، لیکن یہاں نفسیات کے حوالے سے چند مزید باتوں کا ذکر مناسب ہے۔

انفرادی تعلیم:

قرآن مجید کے حفظ کے ساتھ اس کا زیادہ تعلق ہوتا ہے، بظاہر تو پوری کلاس اور جماعت ایک استاد کے ساتھ ایک نظام الاوقات کے تحت پڑھتی ہے لیکن سب کا تعلیمی تعلق استاد کے ساتھ ایک نہیں ہوسکتا۔ ہر شاگرد کا سبق الگ الگ ہوتا ہے، ہر ایک سے الگ الگ سننا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی جماعت میں ایک طالب علم جلدی حفظ کرلیتا ہے اور دوسرا دیر سے، اس طرح حفظ کی کلاس میں طلبہ کی بہت محدود تعداد رکھی جاتی ہے۔ مثلاً ایک استاد کے ساتھ پندرہ سے زیادہ طلبا رکھنا مناسب نہیں، کیونکہ زیادہ طلبہ کو ایک استاد چوبیس گھنٹوں میں کنٹرول نہیں کرسکتا۔ پندرہ طلبہ کی یہ جماعت تقریباً پندرہ کلاسیں ہیں۔ حفظ کے استاد کو چاہئے کہ اپنی کلاس کے طالب علم کی ذہنی سطح معلوم کرے۔ کبھی ایک طالب علم کی ذہنی عمر اصلی اور حقیقی عمر سے زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح کبھی طالب علم ذہین ہوتا ہے لیکن شوق سے نہیں پڑتا، استاد کو چاہئے کہ ذہنی سطح اور شوق معلوم کرکے اس کے مطابق حفظ کرائے، تا کہ استاد کی محنت ضائع نہ ہو، اس طرح شاگرد کی عمر ذہن و ذہانت کے لحاظ سے بھی معلوم کرے اور اس کے گزشتہ اسباق کی کارگزاری جاننے کی کوشش کرے، اس کے خاندانی پس منظر پر بھی نظر رکھے، اس سے مستقبل کے ارادوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرے، اس کی عادت وعبادات پر بھی نظر رکھے کہ اس کی عادتیں کیسی ہیں۔ اس کی

خصلتیں کیسی ہیں کیونکہ تعلیم کے دوران ان تمام امور کی رعایت ضروری ہے پھراس کے مطابق اس کو اتنا پڑھائے کہ اکتا نہ جائے۔ اس کو زیادہ تنگ بھی نہ کرے۔ اگر کسی ایک طالب علم کو کتاب پڑھائے تو یہ نہ دیکھے کہ سال کے آخر تک کتاب ختم کروں گا بلکہ مسلسل پڑھاتا جائے ایک کتاب ختم ہو تو دوسری شروع کرادے، اگر چہ کتاب دوران سال ختم ہوئی ہو بلکہ اس بات کی بھی رعایت ہو کہ ضروری نہیں کہ پوری کتاب ختم کرادیں بلکہ ایسا پڑھائے کہ اس میں اس کتاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی اچھی استعداد پیدا ہو جائے۔

جماعتی تعلیم:

گزشتہ زمانوں میں مدارس اور جامعات کا رواج نہ تھا۔ خاص کر صوبہ سرحد کے دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں بڑے بڑے علماء موجود ہوتے تھے۔ طلباء ان کے پاس حاضر ہو کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھتے تھے۔ کبھی کبھار کسی کتاب میں جماعت بن جاتی۔ ورنہ اکثر کتابوں میں پڑھنے اور پڑھانے والا ایک ہوتا تھا۔ وہاں استاد ان طلباء کو انفرادی طور پر پڑھاتے اور ان کی بڑی مضبوط استعداد بنتی۔ استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب نے اپنے استاد محترم حضرت العلامہ مولانا خان بہادر مارتونگی کا مقولہ سنایا کہ اصل یہ ہے کہ استاد شاگرد میں فن اور کتاب سمجھنے کی تعداد پیدا کرے کتاب ختم کرنا مقصودی بات نہیں۔ اصل کام کتاب کو سمجھنا ہے اب چونکہ جامعات کا رواج پڑ گیا ہے۔ بڑے بڑے منظم جامعات بن گئے، منظم نصاب کے تحت منظم پیریڈ ہوتے ہیں جن کا سال میں با قاعدہ امتحانات ہوتے ہیں بلکہ ایک وفاق اور بورڈ کے تحت سب مدارس و جامعات یکساں نصاب پڑھاتے ہیں۔ تعلیمی سال سب کا ایک ہوتا ہے۔ اس لئے ایک کتاب کو پڑھاتے ہوئے دو باتوں کو مد نظر رکھنا ہوگا، کتاب کی استعداد اور کتاب کا ختم کرنا۔ اصل تو کتاب کا سمجھنا اور استعداد پیدا کرنا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اگر کتاب ختم نہ کی تو امتحان میں وہ مباحث آجائیں جو طالب علم نے نہ پڑھے ہوں تو طالب علم امتحان میں ناکام ہو جائے گا۔ اب کتاب کو پڑھاتے ہوئے دو باتوں کو مد نظر رکھنا ہوگا کہ طالب علم کو کتاب کا اچھا فہم حاصل ہو جائے اور پوری کتاب بھی پڑھ لے تاکہ امتحان میں کامیابی بھی حاصل کر سکے لیکن اس میں خیال رکھنا چاہئے کہ اسباق پورے سال اعتدال کے ساتھ ہوں ایسا نہ ہو کہ سال کے آخر میں صرف دوڑ لگتی ہو۔ پھر استاد اور طالب علم کے ذہن میں ایک یہ بات بھی ہوتی ہے کہ برکت کے لئے عبادت پڑھ لو۔ ٹھیک ہے اس عبادت کی برکت ضرور ہوگی لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ برکت کا ظہور دیر سے ہو اس لئے ہر وقت کتاب فہمی، اعتدال اور برکت پر نظر ہونی چاہئے۔

جماعتی تدریس میں قابل رعایت امور:

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ سب لوگ ذہن، ذہانت، فطرت، احساس، جذبات وغیرہ میں ایک جیسے نہیں ہوتے سب کی عقل اور استعدادیں مختلف ہوتی ہیں۔ جماعت میں مختلف عمر والے طلبہ بھی ہوتے ہیں۔ سب کو الگ الگ پڑھانا مشکل

ہے۔سہولت کی خاطر پوری دنیا میں عصری و دینی علوم کی نصابی کتابوں کے بنانے میں ایک معیار ہے۔مجموعی طور پر تقریباً وہ سب کے لئے ایک معیار ہوتا ہے۔حقیقی معیار بنانا تو بہت مشکل ہے۔کیونکہ سب میں عقلی تفاوت موجود ہے۔لیکن مجبوراً ایک لیول اور معیار اپنانا پڑتا ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہوتا ہے۔گویا نصاب ایک علمی پیمانہ ہے ان علمی پیمانوں اور معیاروں کے مختلف درجات ہیں۔

مثلاً پرائمری، مڈل ہائی، ہائر سیکنڈری، گریجویٹ، ماسٹر، ایم فل اور پی ایچ ڈی اسی طرح اعدادیہ، متوسطہ، الثانویۃ العامۃ، الثانویۃ الخاصۃ، العالیۃ اور تخصص سب طلباء کے لئے یہی معیار ہے۔ان کے نصاب کو پڑھ کر پاس کرنے والا سب کے نزدیک قابل قبول ہوتا ہے۔بعد میں عملی دنیا میں ایک لیول اور ایک نصاب پڑھے ہوئے قابلیت اور مقبولیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔یہ مختلف معیار والے نصابات پڑھانے والے اساتذہ ہوتے ہیں۔تمام اذہان کے مطابق ایک صحیح لیول کا نصاب بنانا بالکل ناممکن ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اس ناممکن کو حتی الامکان کیسے ممکن بنایا جائے۔تو اس کا حل یہ ہے کہ نصاب پڑھانے والا استاد ماہر نفسیات ہو۔استاد جو کچھ بھی پڑھائے اس کا کمال یہ ہے کہ وہ نصاب اور کتاب جس میں پڑھتے ہوں ان کے ذہنی لیول کے مطابق کردے لیکن اب یہ استاد کا کمال ہے کہ وہ اس Unlevel کتاب کو پوری جماعت کے ذہنی لیول تک لے آئے۔گویا اصل کام استاد کا ہے نصاب بنانے والوں کا نہیں وہ تو باہر دور بیٹھ کر صرف کتاب بناتے یا لکھتے ہیں۔اسی طرح نصاب بنانے والے تو صرف عمر کا لحاظ رکھتے ہیں۔پہلے اور اولین لیول پر خوب محنت کرتے ہیں پھر آہستہ آہستہ لیول اس پر چلا جاتا ہے۔پھر نصاب بنانے والوں کو پتہ نہیں چلتا۔استاد پوری جماعت کے تمام طلباء کے ذہنی لیول، احساسات، جذبات اور شوق کے مطابق پڑھاتا ہے۔استاد کتاب دیکھ کر ایک ایسا انداز درس اختیار کرتا ہے جو پوری جماعت کے لئے قابل قبول ہو گویا استاذ کتاب سے ہٹ کر خارجی عوامل پر نظر رکھ کر کتاب پڑھاتا ہے اس لئے استاد کی اہمیت نصاب اور کتاب سے زیادہ ہے۔اگر استاد فن اور کتاب پر حاوی ہو اور اس پر پوری گرفت ہو تو متعلقہ امور مباحث شاگرد کو ہر طرح سمجھا سکے گا۔ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ کمی وبیشی ہو لیکن استاد کے پڑھانے سے وہ دور ہو جاتی ہیں۔

بعض اوقات کتاب کے مباحث طالب علم کے بار بار مطالعہ سے سمجھ میں نہیں آتے لیکن استاد ان مباحث کو اچھی طرح اور آسانی سے سمجھا دیتا ہے لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوگا۔جب استاد تجربہ کار اور ماہر فن و کتاب ہو اور مخاطبین کی نفسیات سے بھی اچھی طرح واقف ہو۔اگر قیمتی اور بڑھیا لکڑی اناڑی ترکھان کے ہاتھ میں دے دی جائے تو وہ اس قیمتی لکڑی کو ضائع کر دے گا اور اگر عام قسم کی لکڑی ماہر ترکھان کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس کو قیمتی فرنیچر بنا دیتا ہے۔لوہے سے درہ آدم خیل میں بھی اسلحہ بنتا ہے اور اس طرح لوہے سے فرانس، انگلینڈ، بلجیم اور امریکہ میں بھی اسلحہ بنتا ہے لیکن ان تمام اسلحوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے، بظاہر اسلحہ کی شکل اور رنگ ایک ہوگا لیکن کارکردگی کے لحاظ سے بڑی اور ترقی یافتہ کمپنیوں کا اسلحہ قیمتی اور دیرپا ہوتا ہے۔یہ سب کمال استاد اور اس کی استادی کو ہوتا ہے۔اس لئے استادی کے فن کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔بڑی بڑی

بلڈنگیں میسن اور مزدور بناتے ہیں لیکن اصل چیز ان میں انجینئر اور آرکیٹیکٹ کی استادی ہوتی ہے۔اس طرح استاد کو چاہیے کہ اپنی پوری کلاس کی نفسیات جان کر تدریس کرے۔تدریسی مہارت کے ساتھ جب نفسیاتی مہارت بھی مل جائے تو پوری جماعت کی تعلیمی ترقی آسان اور بہترین ہو جاتی ہے۔استاد کی ذمہ داری ہے کہ پڑھانے کے ساتھ طلباء کی کچھ رہنمائی بھی کرتا رہے، مثلاً مطالعہ کا وقت اور طریقہ بتلادے، کسی خاص متعلقہ مفید کتاب کی نشاندہی کرادے اور طالب علم کا ذہن اس طرح بنائے کہ یہ فن اور کتاب آسان ہے۔اس کو جری بنائے، احساس کمتری کا شکار نہ بنائے۔کبھی استاد پڑھاتا تو اچھا ہے لیکن عام گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بہت مشکل فن ہے یا کتاب مشکل ہے یا اس کتاب کا یہ مبحث بڑا مشکل ہے۔پھر طلباء اس مقام اور بحث کو سمجھ بھی لیں۔تو اندر سے پورے مطمئن نہیں ہوتے۔استاد اگر شاگردوں کی ہمت بڑھائے تو شاگرد بہت کچھ کر سکتے ہیں۔مثلاً استاد صرف اتنا کہہ دے کہ دنیا میں کوئی کام مشکل نہیں صرف محنت چاہیے تو بعض کند ذہن طلباء محنت شروع کر کے ذہین طلباء سے آگے نکل جاتے ہیں۔اس لئے کہ استاد نے ایک جملہ کہا تھا کوئی کام مشکل نہیں صرف ہمت کی ضرورت ہے، باہمت لوگوں نے دنیا فتح کی ہے۔میرا خیال ہے کہ استاد جتنا اچھا پڑھائے اس سے زیادہ مفید چیز استاد کی رہنمائی ہے۔مثلاً حفظ کا ایک استاد ہے کہ اس کے شاگرد نے تھوڑی دیر میں ایک یا دو رکوع یاد کر لئے تو ناتجربہ کار استاد اس کو صرف شاباش دیتا ہے جبکہ ماہر اور تجربہ کار استاد اس کو کہتا ہے کہ اس کو بیس مرتبہ دہراؤ۔شاگرد جب استاد کے کہنے کے مطابق سبق دہراتا ہے تو پھر کبھی نہیں بھولتا ساری زندگی اس کو دعا دیتا ہے۔اس لئے کہ استاد نے صحیح اور بروقت رہنمائی فرمائی تھی۔ایک حافظ کو والدہ نے کہا تھا کہ بیٹا قرآن مجید حفظ کر کے خوب پکا کر لو ورنہ گاؤں میں بڑے پکے پکے حافظ ہوتے ہیں ان کے سامنے پھر سبکی ہوگی۔بیٹے نے ماں کی بات دل و دماغ میں ڈال دی اور اس کے مطابق قرآن خوب پکا کر لیا۔اب داڑھی بھی منڈھواتا ہے لیکن قرآن اس کو پکا یاد ہے۔بڑے بڑے ذہین اور اچھے حافظوں والے بعد میں صرف اس لئے ضائع ہوئے ہیں کہ استاد نے اس کی رہنمائی نہیں کی ہوتی۔میں سمجھتا ہوں کہ اصل چیز استاد کی رہنمائی ہے۔کیونکہ طالب علم نو وارد ہوتا ہے اس کو حال اور مستقبل کی اونچ نیچ معلوم نہیں ہوتی۔اور نہ ان کو کوئی تجربہ ہوتا ہے اور نہ ان کے سامنے کوئی نتیجہ آتا ہے۔استاد کا کمال یہ ہے کہ اسی فن کے لوگوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات اور حالات ان کے سامنے رکھے تاکہ شاگرد اس سے سبق حاصل کریں۔اس لئے استاد کو چاہیے کہ متعلقہ فن کے ماہرین کے قصے سنایا کرے تاکہ ماہرین فن سے سبق حاصل کریں اور ان کو اپنا رہنما بنائیں۔اس لئے دنیا میں ہر وقت ہر قسم کے لوگوں کے آئیڈیل لوگ ہوتے ہیں اور ان کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے سوانح عمریاں پڑھتے رہتے ہیں اور ان کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں۔مثلاً ایک استاد حدیث پڑھاتا ہے تو بڑے بڑے محدثین کے حالات بھی درس میں سناتا ہے اگر تفسیر پڑھاتا ہے تو بڑے بڑے مفسرین کے حالات و واقعات بھی سنائے اور اگر فقہ پڑھائے تو بڑے بڑے فقہاء کے حالات و واقعات سنائے جس سے طلباء میں شوق پیدا ہو جائے اور اسلاف کی زندگی پر چلنے کی کوشش کریں۔

☆☆